نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور بیورو کریسی

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی ایم۔اے۔ایل۔ایل۔بی۔پی۔ایچ۔ڈی

بیورو کریسی کیا ہے؟

انسائیکلوپیڈیا امریکانا کے مطابق بیوروکریسی سے مراد افسر شاہی یا نوکرشاہی ہے۔ یہ اصطلاح موجودہ دور کی ہے۔ دراصل یہ لفظ تنقید کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ مشہور جرمن میکس ویبر Max'Weber نے بیورو کریسی کا تصور پیش کیا تھا۔اس کے خیال کے مطابق سرکاری ملازمین یا افسران کی جماعت ایک مشین کی مانند ہونی چاہیے جس کے احساسات نہ ہوں بلکہ وہ گورنمنٹ کے احکامات کی تکمیل اسی انداز سے کرے۔ آج کل کوئی حکومت بھی بیورو کریسی کے بغیر نہیں چل سکتی۔

گو کارل مارکس نے بیوروکریسی پر تنقید کی ہے تاہم روس میں صنعتیں قومیائی گئیں جس سے افسر شاہی کے نظام کو اور زیادہ طاقت ملی۔یہ ادارہ ان اقدام کی وجہ سے مضبوط تر ہو گیا۔

ایک جدید نظام میں بیورو کریسی کی مندرجہ ذیل خصوصیات ہونی چاہئیں:۔

(۱) اس میں متنوع اقسام کے کام سرانجام دیے جائیں۔

(۲) کنٹرول اور کڑی نگرانی اعلیٰ افسران کے پاس ہو۔

(۳) جس دفتر میں کام سرانجام دینا ہو اس کے لیے اہلیت مقرر کردی جائے۔

(۴) مقصدیت ہو۔

(۵) لگاتار کام کا تعین ہو۔

(۶) اختیارات میں لچک ہو۔

اور علاوہ ازیں نوکر شاہی کا احتساب بھی ہو۔ یہ اس وقت ممکن ہے جب آئین کے تحت جمہوری حکومتیں قائم ہوں۔یہ ہے مغربی ممالک میں افسر شاہی کا تصور۔

اولوالامر کون ہیں۔

بیورو کریسی یا نوکر شاہی یا افسر شاہی کے لیے قرآن حکیم نے "اولوالامر" کی اصطلاح بیان فرمائی ہے۔ سورۃ النساء کی آیت ۵۹ میں ارشاد ربانی ہے:

یاَیھاالذین آمنو اطیعواللہ واطیعواالرسول واولی الامرمنکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الآخر ذلک خیر واحسن تاویلا۔

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو

تم میں سے صاحب امر ہوں، پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیر دو۔ اگر تم واقعی اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی ایک صحیح طریقہ کار ہے۔ اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے۔"

اولو الامر لغت میں ان لوگوں کو کہا جاتا ہے، جن کے ہاتھ میں کسی چیز کا نظام وانتظام ہو، اسی لیے حضرت ابن عباس، مجاہد اور حسن بصری وغیرہ رضی اللہ عنہم مفسرین قرآن نے اولی الامر کے مصداق علماء فقہا کو قرار دیا ہے۔ کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں اور نظام دین ان کے ہاتھ میں ہے۔

اور ایک جماعت مفسرین نے جن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں فرمایا کہ اولی الامر سے مراد حکام اور امراء ہیں جن کے ہاتھ میں نظام حکومت ہے۔ اور تفسیر ابن کثیر اور تفسیر مظہری میں ہے کہ یہ لفظ دونوں طبقوں کو شامل ہے، یعنی علماء کو بھی اور حکام وامراء کو بھی، کیونکہ امر و نہی دونوں کے ساتھ وابستہ ہے۔

سورۃ النساء کی آیت مبارکہ (۵۸) میں ارشاد ربانی ہے۔

ان اللہ یامر کم ان تودوالامنت الی اھلھا واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل ان اللہ نعما یعظکم بہ ان اللہ کان سمیعاً بصیرا

"مسلمانو! اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو، اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو، اللہ تم کو نہایت عمدہ نصیحت کرتا ہے اور یقیناً اللہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے"۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:۔

ھذہ الایۃ من امھات الاحکام تضمنت جمیع الدین والشرع

یعنی یہ آیت قرآن کریم کے اہم ترین احکام سے ہے اس کے ضمن میں دین اور شریعت کی تمام تفصیلات سیمٹ کر رکھ دی گئی ہیں اور قرطبی کا یہ کہنا بالکل بجا ہے۔

اگر آپ کو اقتدار حکومت حاصل ہے تو غریب وامیر، قوی وضعیف میں مساوات قائم کرنا، عدل کے ترازو کو تمام مخالف رجحانات کے باوجود برابر رکھنا، حکومت کے عہدوں پر تقرر کے لیے کنبہ پروری اور دست نوازی کی بجائے صرف اہلیت و قابلیت کو معیار قرار دینا بھی اس حکم کی تعمیل میں داخل ہے۔

عام لوگوں کے علاوہ اس حکم کے خصوصی مخاطب امراء اور حکام ہیں اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد پیش نظر ہو تو پھر ہر شخص اس آیت کا خصوصی مخاطب ہے ارشاد ہے۔

کلکم راع وھو مسئول عن رعیتہ فالامام راع وھو	تم میں سے ہر شخص اپنے مرتبہ کے لحاظ سے پاسبان ہے اور جوابدہ

مسئول عن رعیتہ مسئول	ہے امام اور خلیفہ بھی راعی ہے
راع علیٰ اھلہ وھو مسئول	اس سے اس کی رعیت کے متعلق
عنھم والمراۃ راعیۃ علی	پوچھا جائے گا۔ خاوند اپنے گھر
بیت زوجھا وھی مسئولۃ	والوں کا رئیس ہے اور بیوی اپنے
عنھا۔	خاوند کے گھر کی نگراں ہے۔ ہر ایک
	سے اس کی حیثیت کے مطابق سوال
	کیا جائے گا۔

اس کے ساتھ قرآن حکیم کے اس جملہ نے اس عام غلطی کو بھی دور کر دیا، جو اکثر ممالک کے دستوروں میں چل رہی ہے کہ حکومت کے عہدوں کو باشندگان ملک کے حقوق قرار دے دیا ہے،

اور اس اصولی غلطی کی بنا پر یہ قانون بنانا پڑا کہ حکومت کے عہدے تناسب آبادی کے اصول پر تقسیم کیے جائیں، ہر صوبہ ملک کیلئے کوٹے مقرر ہیں، ایک صوبہ کے کوٹہ میں دوسرے صوبہ کا آدمی نہیں رکھا جاسکتا۔ خواہ وہ کتنا ہی قابل اور امین کیوں نہ ہو، اور اس صوبہ کا آدمی کتنا ہی غلط کار نا اہل ہو۔ قرآن حکیم نے صاف اعلان فرمادیا کہ یہ عہدے کسی کا حق نہیں بلکہ امانتیں ہیں جو صرف اہل امانت ہی کو دی جاسکتی ہیں۔ خواہ وہ کسی صوبے یا کسی خطہ کے رہنے والے ہوں۔

البتہ کسی خاص علاقہ اور صوبہ پر حکومت کے لیے اسی علاقہ کے آدمی کو ترجیح دی جاسکتی ہے کہ اس میں بہت سی مصالح ہیں۔

مگر شرط یہ ہے کہ کام کی صلاحیت اور امانت میں اس پر پورا اطمینان ہو۔

ارشاد ہے:

ان اللہ یامرکم ان تودوا الامنت الی اھلھا

"یعنی اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مستحقین کو پہنچادیا کرو"۔

اس حکم کا مخاطب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عام مسلمان ہوں اور یہ بھی احتمال ہے۔ کہ خاص امراء مخاطب ہوں اور زیادہ ظاہر یہ ہے۔ کہ ہر وہ شخص مخاطب ہے جو کسی امانت کا امین ہے۔ اس میں عوام بھی داخل ہیں اور حکام بھی۔

حاصل اس ارشاد کا یہ ہے کہ جس کے ہاتھ میں کوئی امانت ہے اس پر لازم ہے کہ یہ امانت اس کے اہل و مستحق کو پہنچادے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا۔ امانت کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ بہت کم ایسا ہو گا۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خطبہ دیا ہو اور اس میں یہ ارشاد نہ فرمایا ہو۔

لاایمان لمن لاامانۃ	یعنی جس میں امانت داری نہیں اس
لہ ولادین لمن لاعھدلہ	میں ایمان نہیں اور جس شخص میں

معاہدہ کی پابندی نہیں اس میں
دین نہیں۔

"یہ روایت بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کی ہے"۔

اس سے معلوم ہوا کہ حکومت کے عہدے اور منصب جتنے ہیں وہ سب اللہ کی امانتیں ہیں جس کے امین وہ حکام اور افسر ہیں جن کے ہاتھ میں عزل و نصب کے اختیارات ہیں۔ ان کے لیے جائز نہیں کہ کوئی عہدہ کسی ایسے شخص کے سپرد کر دیں جو عملی اور علمی قابیت کے اعتبار سے اس کے کا اہل نہیں ہے۔ بلکہ ان پر لازم ہے کہ ہر کام اور ہر عہدہ کے لیے اپنے دائرہ حکومت میں اس کے مستحق کو تلاش کریں۔

پوری اہلیت والا سب شرائط کا جامع کوئی نہ ملے تو موجودہ لوگوں میں قابیت اور امانت داری کے اعتبار سے جو سب سے زیادہ فائق ہو اس کو ترجیح دی جائے۔

ایک حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو عام مسلمانوں کی کوئی ذمہ داری سپرد کی گئی ہو، پھر اس نے کوئی عہدہ کسی شخص کو محض دوستی و تعلق کی مد میں بغیر اہلیت معلوم کیے ہوئے دے دیا اس پر اللہ کی لعنت ہے نہ اس کا فرض مقبول ہے نہ نفل۔ یہاں تک کہ وہ جہنم میں داخل ہو جائے۔

بعض روایات میں ہے کہ جس شخص نے کوئی عہدہ کسی شخص کے سپرد کیا حالانکہ اس کے علم میں تھا کہ دوسرا آدمی اس عہدہ کے لیے اس سے زیادہ قابل اور اہل ہے تو اس نے اللہ کی خیانت کی اور رسول کی اور سب مسلمانوں کی، آج جہاں نظام حکومت کی ابتری نظر آتی ہے۔ وہ سب اس قرآنی تعلیم کو نظر انداز کر دینے کا نتیجہ یہ ہے کہ تعلقات اور سفارشوں اور رشوتوں سے عہدے تقسیم کیے جاتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نااہل اور ناقابل لوگ عہدوں پر قابض ہو کر خلق خدا کو پریشان کرتے ہیں اور سارا نظام حکومت برباد ہو جاتا ہے۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا۔

اذا وسد الامر الی غیر اھلہ فانتظر الساعۃ	یعنی جب دیکھو کہ کاموں کی ذمہ داری ایسے لوگوں کے سپرد کر دی گئی جو اس کام کے اہل اور قابل نہیں تو "اب اس فساد کا کوئی علاج نہیں" قیامت کا انتظار کرو۔

یہ ہدایت صحیح بخاری کتاب العلم میں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم نے لفظ آمنت بصیغہ جمع لا کر اس کی طرف اشارہ کر دیا کہ امانت صرف اسی کا نام نہیں کہ ایک شخص کا مال کسی دوسرے شخص کے پاس بطور امانت رکھا ہو۔
بلکہ امانت کی بہت سی قسمیں ہیں۔ جن میں حکومت کے عہدے بھی داخل ہیں۔

سورۃ النساء کی آیت ۸۳ میں بھی "اولی الامر" کا لفظ استعمال ہوا ہے:

واذا جآء هم امر من الامن او الخوف اذا عوا به ولو ردوه الی الرسول والیٰ اولی الامر منهم لعلمه الذین یستنبطونه منهم ولو لا فضل الله علیکم ورحمته لاتبعتم الشیطٰن الا قلیلا

"یہ لوگ جہاں کوئی اطمینان بخش یا خوفناک خبر سن پاتے ہیں اسے لے کر پھیلا دیتے ہیں حالانکہ اگر یہ اسے رسول اور اپنی جماعت کے ذمہ دار اصحاب تک پہنچائیں تو وہ ایسے لوگوں کے علم میں آجائے جو ان کے درمیان اس بات کی صلاحیت رکھتے ہیں تو اس سے صحیح نتیجہ اخذ کر سکیں۔ تم لوگوں پر اللہ کی مہربانی اور رحمت نہ ہوتی تو (تمھاری کمزوریاں) ایسی تھیں کہ معدودے چند کے سوا تم سب شیطان کے پیچھے لگ گئے ہوتے"

سرکاری ملازمین کے لیے نبی اکرم کے فرامین کا مجموعہ: کتاب الصدقہ

یہ ان احکامات وروایات کا مجموعہ ہے جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو املا کرائے تھے۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ اس کتاب میں وہ احکام تھے جو صوبائی سطح پر ذمہ دار افراد کے لیے لکھوائے گئے تھے اور حضور نے یہ کتاب خود تحریر کرائی تھی۔ آپ کا مقصد یہ تھا کہ والیان ریاست اس کتاب کو مد نظر رکھ کر کام کریں لیکن ان حضرات کو بھیجنے سے پہلے آپ کی رحلت ہوگئی۔

احادیث کی کتب میں اس کتاب کا تذکرہ ملتا ہے۔ جامع ترمذی میں ہے:

ان رسول الله صلی الله علیه	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک
وسلم کتب کتاب الصدقة	کتاب لکھوائی جس میں صدقہ سے
فلم یخرجه الی عماله حتی	متعلق احکام تھے ابھی آپ نے یہ
قبض نقرنه بسلیفه فلما	کتاب اپنے عمال (والیان ریاست)
قبض عمل به ابو بکر حتیٰ	کے پاس بھجوائی نہیں تھی کہ دنیا سے
قبض وعمر حتیٰ قبض	تشریف لے گئے یہ کتاب آپ کی
(جامع ترمذی ج ۱۔ ص ۱۰۷)	تلوار کے ساتھ رہی۔ بعد میں حضرت
	ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق
	رضی اللہ عنہما نے پوری زندگی اسی
	کتاب پر عمل کیا۔

مصنف عبدالرزاق میں لکھتے ہیں کہ:

ان النبی کتب کتابا فیه هذا الفرائض فقبض النبی صلی الله علیه وسلم قبل

باقی صـ ۱۲